

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (ع۳؎)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پادری غلام مسیح صاحب ۔ اسسٹنٹ ایڈیٹر
میکلوڈ روڈ ۔ لاہور

پادری ڈبلیو ۔ جے کلارک صاحب ۔ منیجر
ایم ۔ اے ۔ ایمپرس روڈ ۔ لاہور

جملہ خط و کتابت و ترسیل بنام منیجر صاحب نور افشاں ہونا چاہئے تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج کاغذ کے ایک طرف تحریر کر کے دفتر نور افشاں میکلوڈ روڈ لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا کریں

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۵	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۔ ۲۵ مارچ ۱۹۲۶ء	نمبر ۱۲

بہادر گروہ

لذت ہے تیغ عشق میں ایسی کہ لاکھ بار
ہو کر شہید پھر ہے شہادت کی آرزو
(انیق)

ڈائیوکلیشن ۲۸۴ء میں تخت نشین ہوا ۔ اور چند سال کے بعد میکسیمین گلیرس اور کانسٹینٹیس کو بھی اپنے ساتھ سلطنت میں شامل کر لیا ۔ آغاز سلطنت میں وہ مسیحیوں کے خلاف نہ تھا ۔ کانسٹنٹیس مغرب کے صوبوں پر حکومت کرتا تھا ۔ وہ اپنی انسانیت اور مروت کے باعث ہمیشہ مسیحیوں کو بلا مزاحمت اپنے مذہب پر چلنے دیتا تھا لیکن میکسیمین اور خصوصاً گلیرس کو مسیحیوں سے ذاتی نفرت تھی اور اس ہی کے حکم سے پہلے پہل ایذا رسانی فوج میں شروع ہوئی جن سپاہیوں نے بتوں کے آگے قربانی چڑھانے سے انکار کیا اُن کے عہدے ٹوٹ گئے اور ملازمت سے برطرف کئے گئے ۔ پھر بہت ساری مخالفتیں بھی نمودار ہوئیں ۔

ماہ فروری ۳۰۳ء میں گلیرس نے (جو ڈائیوکلیشن کا داماد تھا) ڈائیوکلیشن سے اس بات کا اصرار کیا کہ مسیحی دین کے نیست و نابود کرنے کے لئے کوئی زیادہ سخت تدبیر ہونی چاہئے سو وہ بمعہ قیصر اس کے کہنے میں آ گیا پھر کیا تھا چاروں طرف ایذا رسانی کا بازار گرم ہوا نیقومیدیہ کا بڑا گرجا جو ایک بلندی پر نائب شہر میں واقع تھا اس کے دروازے توڑے گئے ۔ پاک کلام کی جس قدر جلدیں اُس میں تھیں جلائی گئیں اور عمارت مسمار کی گئی ۔ دوسرے دن مسیحیوں کی ایذا رسانی کا ایک اور اشتہار جاری ہوا جس سے دیانتدار دل کی مذہبی جماعتوں کے فراہم ہونے کی سخت ممانعت ہو گئی ۔ اور حکم ہوا کہ روم کے تمام صوبوں میں مسیحیوں کے عبادت خانے جڑ بنیاد سے مسمار کئے جائیں اور کہ تمام خادمان دین اور اسقف اپنی کتب مقدسہ حاکموں کے حوالے کر دیں ۔ اور حاکموں کو یہ تاکیدی حکم تھا کہ وہ اُن کتابوں کو سب کی روبرو آگ کی نذر کر دیں اور کلیسیا کی جائیداد کے تحت ضبط ہو ۔ اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ عام مسیحی جو اپنے اصول پر ثابت قدم رہیں وہ شہری اور آزاد ہونے کے حقوق سے محروم رکھے جائیں

افریقہ کے ایک اسقف فلیکس نے کتب مقدسہ کے دینے سے انکار کیا اور بڑے فداپ کے ساتھ قتل کیا گیا لیکن کلام ربانی کے معدوم کرنے کی یہ کوشش محض بے فائدہ تھی ۔ کیونکہ کتب مقدسہ کے ترجمے اور نقلیں روم کے درمیان اس کثرت سے پھیل گئی تھیں کہ سخت سے سخت جستجو سے بھی اُن کا ضائع ہونا ناممکن تھا ۔ مگر عبادت خانوں کی بربادی سرکار کے حکم سے اور بُت پرستوں کی محنت سے آسانی سے ہو گئی ۔ کسی کسی صوبہ میں حاکموں نے مسیحیوں کے عبادت خانے بند کر دینے پر قناعت کی لیکن دیگر صوبوں میں حاکموں نے اس اشتہار کی حرف بحرف تعمیل کی اور عبادتخانوں کے دروازے اور چوکی ممبر وغیرہ جلا کر اُن عبادت خانوں کو بالکل مسمار کر دیا ۔ فرنگیہ کے ایک چھوٹے قصبہ میں حاکم اور تمام باشندے مسیحی ہو گئے تھے ۔ جب وہاں کے عبادت خانہ کے مسمار کرنے کے لئے فوج پہنچی شہر والے عبادت خانہ میں چلے گئے ۔ اور عزم بالجزم کیا کہ یا تو اپنا عبادت خانہ بچائیں اور یا اسی کے ساتھ اپنی جان دیں ۔ انہیں حکم ملا کہ وہاں سے نکل جائیں مگر وہ نہ نکلے سو سپاہیوں نے چاروں طرف سے اس میں آگ لگا دی اور جو لوگ اس کے اندر تھے مرد ۔ عورت بال بچوں سمیت جل کر خاک ہو گئے ۔

اس کے بعد ڈائیوکلیشن نے ظالمانہ اشتہاروں کے سلسلہ سے مسیحیوں کا نام معدوم کرنے کا ارادہ کیا ۔ ان میں سے پہلے اشتہار میں صوبہ داروں کو حکم دیا گیا کہ تمام خادمان دین کو گرفتار کریں ۔ دوسرے اشتہار میں حکم ہوا کہ ہر نوع کی سختی جس سے وہ لوگ اپنا دین چھوڑ کر پھر دیوتاؤں کی پوجا کرنے لگیں کام میں لائیں ۔ چنانچہ اس وقت تیرہ اسقف اور ہزار ہا آدمی تلوار کا لقمہ بنے افریقہ کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ مسیحی کسی بھائی کے گھر میں کلام اللہ کے پڑھنے اور عشاء ربانی کے لینے کے لئے فراہم ہوئے تھے ۔ جب وہ اپنی عبادت میں مشغول تھے شریر ایذا رسانوں نے انہیں آ گھیرا ۔ اور حاکم کے حضور لے جانے کے لئے اُن کی مشکیں کسیں ۔ ان اسیروں میں سٹرنی نس نام ایک شخص تھا جو معہ اپنے چار لڑکوں کے پکڑا گیا تھا ۔ اُن لڑکوں میں سے

سب سے چھوٹے کا نام جو ابھی نابالغ تھا ہلاریانس تھا جب وہ حاکم کی رو برو پہنچائے گئے۔ تب اُن سب نے اپنے مسیحی ہونے کا اقرار کیا۔ اس وقت کتنے شکنجے میں کھینچے گئے اور کتنے آری سے چروا ئے گئے۔ مگر کسی نے اپنے مسیحی کا انکار نہ کیا۔ اس مصیبت کے وقت ان میں سے ایک نے سخت ایذا میں مبتلا ہو کر زور سے پکارا۔ کہ "اے خدا مجھ پر رحم کر! ہاں۔ اے خدا میں تیرا شکر کرتا ہوں مجھے اپنے بزرگ نام کی خاطر برداشت کرنے کی طاقت دے۔ اے یسوع مسیح خداوند ہم مسیحی ہیں ہم تیرے خادم ہیں۔ تو ہی ہماری ملجا ہے"۔ دوسرے نے کہا "اے خداوند مدد کر میری روح کو بچا کہ وہ خجالت نہ اُٹھائے۔ تو ہی مجھے برداشت کرنے کی طاقت دے"۔

اُن مصیبت زدوں کے درمیان وکٹوریہ نام ایک خاتون تھی جس کے ماں باپ بت پرست تھے۔ اُس کے بھائی نے اس کے پاس جا کر اُسے اپنے مقدور بھر سمجھایا کہ مسیح کی منکر ہو اور تو رہائی پائیگی۔ اُس نے کہا کہ "میں مسیحی ہوں میں ہرگز انکار نہ کرونگی"۔ تب اُس کے بھائی نے کوشش کر کے حاکم پر اس بات کو کہ وہ مخبوط الحواس ہے۔ ثابت کرنے چاہا۔ پر اُس نے کہا کہ "میرے ہوش بالکل ٹھکانے ہیں"۔ حاکم نے اُس سے پوچھا "کیا تو اپنے بھائی کے ساتھ جائیگی؟" اُس نے جواب دیا کہ "نہیں۔ میں مسیحی ہوں۔ میرے بھائی اور عزیز وہ ہیں جو خدا کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ میں انہی کے ساتھ رہونگی"۔

اس کے بعد حاکم نے ہلاریانس کو دھمکایا کہ وہ مسیح سے انکار کرے۔ مگر اُس نے جواب دیا کہ "جو آپ کا جی چاہے کریں۔ میں مسیحی ہوں اور مسیحی رہونگا"۔ حاکم نے اُس سے پھر کہا کہ "اگر تو نہ مانیگا تو میں تیرے کان اور ناک کٹوا دونگا"۔ اُس نے کہا "اگر آپ کا جی چاہے تو یہ بھی کریں پر میں تو مسیحی ہوں"۔ اس بات پر حاکم نے اُسے قید کرنے کا حکم دیا۔ لڑکے نے خدا کا شکر کیا۔ آخرکار ان مصیبت زدوں میں سے دو جو بے طرح ستائے گئے تھے اپنے زخموں کے سبب جاں بحق ہوئے اور باقی سب نے قید خانہ کی ایذا برداشت کرتے ہوئے اپنی جان دیدی۔

جو بندے ہیں سچا کے ہے اُن کو موت سے کیا ڈر

فنا سے چھوٹ کر دار بقا میں پہنچ جاتے ہیں

آہ! ان بہادر شہیدوں کو جنہوں نے مسیح کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی کیسی جانکاہ مصیبتیں اور صدمے اُٹھانے پڑے۔ انہوں نے اس دنیا میں اپنی جان کو حقیر جانا۔ تاکہ اُسے ابدی زندگی کے لئے بچا رکھیں۔ کیا ہم بھی ایسا کرنے کو تیار ہیں؟

راقمہ (مسز) کے۔ خیر اللہ۔ کلارک آباد۔

لائلپور چرچ پلپٹ

میرے پاس کوئی آدمی نہیں ہوتا ہے

شہر یروشلم میں بہت رونق اور خوشی کا سامان نظر آتا تھا۔ کیونکہ یہودیوں کی ایک عید کا موقع تھا۔ اس شہر کے بازاروں اور گلیوں میں بہت تماشا اور دل بہلاوے کا سامان تھا۔ اسی سبب سے زیادہ تر لوگ یروشلم ہی کی طرف جا رہے ہیں مگر ہمارا خداوند یروشلم سے باہر بھیڑ دروازے کی طرف رُخ کئے ہے۔ اس دروازہ کے باہر ایک حوض تھا وہ وہاں گئے جہاں اس حوض پر بیمار۔ اندھے۔ لنگڑے اور پژمردہ لوگ پانی کے ہلنے کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے عجیب ہمدردی اور محبت ہے۔ اُس دن یروشلم شہر میں عید کی رونق چھوڑ کر خداوند یسوع مسیح ایک ایسی جگہ پہنچتے ہیں جہاں اندھوں اور لنگڑوں اور بیماروں کے دل تنگ نظارہ کے سوائے اور کچھ نہ تھا۔ تاہم ہمارے خداوند ایک محبت کی خدمت کے لئے وہاں گئے ہیں۔ وہاں ایک نہایت ہی دردانگیز نظارہ تھا۔ چاروں طرف حوض کے برآمدوں میں بیمار اور اپاہج لوگ منتظر انتظار بنکر بیٹھے تھے کہ کب پانی ہلے اور ہم پانی میں کود پڑیں۔ بعض اپنے عزیز و اقارب کو سنبھالے بیٹھے ہونگے کہ پانی ہلے اور ہم انکو پانی میں ڈال دیں۔

لیکن ایک نہایت دلسوز نظارے نے خداوند یسوع کی توجہ کو کھینچا ہے۔ ایک شخص نہایت ہی کمزور اور لاغر اور نہایت ہی بیکس اور لاچار اور حوض کے عین کنارہ پر بیٹھا تھا۔ بیچارہ دو کم چالیس برس سے وہاں بیٹھا تھا۔ اسی حالت میں بیچارے پر ہفتے۔ مہینے۔ اور برس گذر گئے ہیں۔ مگر وہ اچھا نہیں۔ ہوتا تھا اس کے دہنے اور بائیں کئی آئے اور چنگے ہو کر چلے گئے۔ مگر یہ پیچھے رہ گیا۔ باوجود اُسکی بڑی جد و جہد کے وہ اچھا نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ اُسکی عمر تقریباً گذر ہی جا رہی تھی اور وہ خوش بھی نظر آتا تھا۔ کیونکہ جب ہمارے خداوند نے اُس سے پوچھا کہ کیا تو اچھا ہونا چاہتا ہے تو اُس نے کہا کہ ہاں میں چاہتا ہوں کہ اچھا ہو جاؤں۔ بلکہ اُس نے کہا کہ میں کوشش بھی کرتا ہوں پر مجھ سے پہلے لوگ اُتر پڑتے ہیں اور وہ چنگے ہو جاتے ہیں۔

اس لاچار شخص نے ایک سبب بتا دیا ہے جس کے باعث وہ اچھا نہیں ہوتا تھا یا کم از کم اُسکو موقع نہیں ملتا تھا کہ اچھا ہو۔ اور وہ یہ کہ "میرے پاس کوئی آدمی نہیں" جو مجھ کو حوض میں اُتار دے۔ اور یہی ہمارے سبق کے لئے پیش ہوگا۔ اس بیچارے اڑتیس برس کے بیمار کی مشکل یہ نہ تھی کہ اس کا کوئی مددگار نہ تھا۔ کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اسکو پانی میں ڈال دیتا۔ جو اُسکو صحت بخش چشمے تک پہنچا دیتا اس شخص کی حالت نہایت قابلِ رحم نظر آتی ہے جب ہم سوچتے ہیں کہ یہ شخص اس صحت بخش حوض کے عین کنارے پر ایک بڑی مدت تک بیٹھا رہا اور چنگا نہیں ہوا محض اس وجہ سے کہ اس کے پاس کوئی آدمی نہیں تھا اور کیا ہم اپنے ارد گرد کے لوگوں کی جو ہمارے گھروں کے آس پڑوس میں اور ہمارے سکولوں اور ہسپتالوں اور دیگر مشنری مرکزوں کے نزدیک یا بیچ میں رہتے ہیں اچھے ہو چکے ہیں؟ کیا ہم اُن کی مشکل بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اُن کے پاس کوئی آدمی نہیں ہے؟ کیا مسیحی مرد اور عورتیں موجود نہیں ہیں جو اُن کی مدد کر سکیں۔ کیا یہ سچ بات ہے کہ مسیحی لوگ موجود نہیں ہیں جو اُنکو مسیح کے پاس جو زندگی کا چشمہ ہے لے آئیں۔ بظاہر تو اس بیمار کی یہی مشکل نظر آتی ہے کہ اُس کے پاس کوئی مددگار نہیں تھا۔ مگر ذرا غور کرنے سے اُس کی یہ مشکل غائب ہو جاتی ہے کیا ہم کہیں یا سمجھیں کہ وہاں اس حوض پر سوائے اُن بیماروں اور پژمردوں کے اور کوئی بھلا چنگا آدمی



نورافشاں

مطبوعہ ۲۵ مارچ ۱۹۲۷ء

ہندو آریہ دھرم اور شدھی کے معنے

ہم ویدوں کے الہام کے منکر ہیں۔ جینی بدھ دھرم ماننے والے۔ دیوسماجی۔ مہاتما گاندھی اور ان کے چیلے وغیرہ ویدوں کے الہام کے منکر ہیں۔ وہ آپ کے نزدیک پوتر ہندو آریہ ہیں جنکی شدھی کی ضرورت نہیں اور ہمیں شدھی کا تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔

ہم ویدوں کے ایشور کی ایشورتائی کے منکر ہیں جینی اور بدھ اور دیوسماجی وغیرہ بھی ویدوں کے ایشور کی ایشورتا کے منکر ہیں۔ مگر ہندو آریوں کے نزدیک یہ لوگ تو ہندو آریہ ہیں اور ہمیں یہاں پر بھی ہندو سنگٹھن اور شدھی کے ہوتے دکھائے جاتے ہیں۔

ہم پنڈت دیانند جی کو نہ مہرشی مانتے ہیں اور نہ اُن کی تصنیفات کو الہامی . . . . . تسلیم کرتے ہیں۔ مگر سناتنی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ مہاتما گاندھی تک ہمارے ساتھ ہیں۔ تمام دیوسماجی بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ تمام برہموسماجی بھی ہمارے ہمخیال ہیں۔ تمام جینی اور بدھ دھرم ماننے والے بھی ایسے ہی ہیں۔ لیکن یہ لوگ اشدھ اور اچھوت نہیں ہیں۔ پر مسیحی اور مسلمان ایسے ناپاک خیال کئے جاتے ہیں کہ انہیں ضرور شدھ ہونا پڑتا ہے۔

ہم مسیحی اور مسلمان بت پرستی و وہم پرستی کی تکذیب کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ساتھ خود پنڈت دیانند جی نے بت پرستی کی تکذیب کی ہے۔ دیوسماجی وغیرہ بھی بت پرستی کے مخالف ہیں۔ لیکن ہندو آریہ اور جینی اور بدھ دھرم کو ماننے والے بت پرستی کے حامی ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ہم مسیحی و مسلمان تو اس جرم کے ارتکاب میں اشدھوں میں داخل کرلے جاتے ہیں لیکن پنڈت دیانند جی کو مہرشی بنالیا جاتا ہے۔ ان کی تصنیفات کو ایشور بانی تسلیم کرلیا جاتا ہے اور تمام بت پرستوں شدھ اور پوتر یقین کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور جین اناریوں کو شدھ کیا جاتا ہے۔ اُنہیں بت پرستی کے لئے ہندو آریہ دیوتاؤں کی مورتیاں انعام میں دی جاتی ہیں مسیحی و مسلم گوشت کھاتے ہیں۔ لیکن ہندو آریہ اتہاس گوشت خوری کی خبروں سے اٹا ہوا ہے۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں خود ہندو آریوں میں گوشت کھانے والے موجود ہیں جنکی مہربانی سے گوشت اس قدر مہنگا ہوگیا ہو کہ غریب عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے گوشت کھانا ہی محال ہوگیا ہے۔ لیکن اس پر ہندو آریوں کا انصاف ملاحظہ ہو کہ ہندو آریہ تو شدھ کے شدھ اور پوتروں کے پوتر بنے رہتے ہیں۔ مگر مسیحی و مسلمان اشدھ اور ناپاک بنجاتے ہیں۔ وہ بغیر شدھی کے ہندو آریہ صاحبان کی برادری بن ہی نہیں سکتے۔ اگر اُن کا ہندو آریوں پر سایہ پڑ جائے تو وہ بھرشٹ ہوجاتے ہیں۔ مسیحیوں اور مسلموں سے گوشت خوری کرنے پر مخالفت و مزاحمت کی جاتی ہے پتھر کی مورتیوں کے جلوسوں پر ہندو انسانوں کے فسادوں میں جان و مال قربان کئے جاتے ہیں۔ اس پر ہندو آریوں کے حلیم الطبع اور امن پسند ہونے کے شور مچائے جاتے ہیں کسی سمجھدار کی عقل و فکر میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر ہندو آریہ دھرم کیا ہے؟

ہندو آریہ دھرم میں

دراصل مذہب و عقیدہ کا سوال تو ہمیشہ کے لئے بحث سے خارج ہو گیا۔ ہندو آریہ دوست جو مسیحیوں اور مسلموں سے مذہب و عقیدہ کے جھگڑے برپا کررہے ہیں یہ محض اصلیت کو گرد و غبار میں چھپانے کی کوشش ہے۔ ہندو آریہ دھرم میں مذہب و عقیدے کے اعتبار سے مسیحیوں وغیرہ سے کوئی تخالف نہیں ہو سکتا کیونکہ ہندو آریہ دھرم کو مذہب و عقیدہ سے کچھ سروکار ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات صرف ہماری ہی طبعزاد نہیں ہے بلکہ ہندو آریہ دوست بھی ایسا ہی کہہ گئے ہیں بطور مثال ذیل میں ایک دو اقتباس بھی پیش کی جاتی ہیں مثلاً بھائی پرمانند جی اخبار سنگٹھن مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۳ء میں لکھ چکے ہیں کہ

"۱۔ مجھے سنگٹھن میں ایک نیا مذہب دکھائی دیتا ہے جو ہماری زندگی اور موت کے سوال کو حل کرسکتا ہے۔ اس نئے مذہب کا ایک ہی بنیادی اصول ہے۔ وہی اس کا بڑا سدھانت ہے وہ یہ کہ ہندو قوم کی رکھشا اور بچاؤ کے لئے سب اختلافات اور تفرقات کو بالائے طاق رکھدیا جائے۔ ہندو دھرم کا ایک نرالا خاصہ یہی رہا ہے کہ وہ سب قسم کی رایوں کے اختلافات کو برداشت کرتا آیا ہے۔ اس میں سب سدھانت پائے جاتے ہیں۔ اور کوئی بھی سدھانت نہیں پایا جاتا۔ وچاروں کی اس آزادی کو قائم رکھنا ہی سب سے اونچا مذہب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندو ماتر اپنے اس اونچے دھرم کو سمجھ لیں۔ اور اس کے لئے سب قسم کی قربانی پر تیار ہوجائیں"۔

۲۔ ہندے ماترم مطبوعہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۴ء میں ہندو ازم کی یوں تعریف کی گئی ہے۔

"ہندو ازم وسیع خیالات کا مجموعہ ہے۔ ویدوں کو ماننے والا شنکر اچاریہ بھی ہندو۔ اور نہ ماننے والا بدھ بھی ہندو۔ رشی کپل نے ایشور کی ہستی کا انکار کیا۔ لیکن اسے ہندو دھرم سے علیحدہ نہیں کیا گیا۔ خیالات کی آزادی ہندو دھرم کا بنیادی اصول ہے۔ پرانی بات کو جانے دیجئے ہم موجودہ وقت کا حوالہ دیتے ہیں۔ رام لچھمن اور کرشن کو ایشور ماننے والے بھی ہندو ہیں۔ انہیں بزرگ یا پیغمبر ماننے والا آریہ سماج ہندو دھرم سے محض اس لئے الگ نہیں کیا گیا۔ کہ وہ پرانے ہندو خیالات سے مختلف ہے۔ صرف ایشور پر اعتقاد رکھنے والا برہم سماج بھی دھرم کا انگ ہے۔ اور ایشور کی ہستی سے منکر دیوسماج بھی اسی میں شامل ہے۔ بغرض ہندو دھرم کا قانون کسی کو یہ نہیں کہتا کہ تم ضرور ہی یہ کام کرو یا وہ کام نہ کرو۔ الخ"

"بندے ماترم کے لائق ایڈیٹر نے سطور بالا میں ہندو آریہ دھرم کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بھائی پرمانند جی کے خیالات کی درست اور صحیح تفسیر ہے۔ جس سے ہم یہی نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ ہندو دھرم ایک وسیع

معانی کی لامذہبی ہے۔ جسے مذہبی عقائد سے کوئی انس نہیں اور نہ لامذہبی سے نفرت ہے۔ جو شخص معانی مذکورہ کے دھرم کو ماننے والا ہے وہ ہندو آریہ ہے۔

۳۔ ہندو دھرم ہمیشہ راج دھرم چلا آیا ہے۔ جو کچھ راجہ کا کرم دھرم رہا وہی دھرم کی صورت بنتا چلا آیا ہے چنانچہ بندے ماترم مطبوعہ ۹ جون ۱۹۲۵ء لاہور میں ایک قابل ہندو نے صفائی سے لکھا ہے کہ

ہندو دھرم میں ہمیشہ "راجہ کو ایشور کا سروپ سمجھا جاتا تھا بلکہ راج کی رعایا اور رعایا کا کل مال و زر راجہ کی ذاتی جائداد سمجھا جاتا تھا۔ وہ جس طرح چاہتا تھا اس کے ساتھ سلوک کر سکتا تھا۔ یہی خیال بادشاہوں اور راجاؤں سے اُتر کر امیر طبقہ میں پایا جاتا تھا۔ اپنے حلقۂ رسوخ میں ہر ایک امیر کو تقریباً وہی عزت اور وہی اختیارات نصیب تھے جو بادشاہ کو بڑے پیمانہ پر حاصل تھے۔"

بندے ماترم کی سطور بالا اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہندو آریہ دھرم کا ایشور و پرمیشور ہندو آریاؤں کے راجا ہُوا کرتے تھے جس خیال و چلن کا راجہ ہُوا کرتا تھا ویسا ہی ہندو دھرم چلا دیا کرتا تھا۔ راجہ پرستی ہندو آریہ دھرم کا مول تھی۔ رعایا غلامانہ طور سے راجا کی پوجا کرتی ہوئی راج دھرم مانا کرتی تھی۔ جب ہندو آریاؤں کے راجے چل بسے تو ہندو آریہ دھرم بھی چل بسا۔ لہٰذا ہندو آریہ دھرم پھر لامذہبی کی لامذہبی ٹھہرا۔ ایسے ہندو آریہ دھرم پر ہندو آریہ صاحبان جتنا ناز کریں اتنا کم ہے۔

پس ہندو آریہ دھرم کو مذہب اور عقائد سے کوئی واسطہ نہیں ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ہندو آریوں کو مسیحیوں اور مسلموں سے کیوں جنگ کی سوجھی ہے؟ وہ کیوں مسیحیوں اور مسلموں کے پیچھے ستو باندھ کر پڑے ہیں۔ وہ کیوں اُنہیں شدھ کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ وہ کیوں مسیحیوں اور مسلموں اور ہندوؤں کا اتحاد پسند نہیں کرتے ہیں۔ وہ کیوں آئے دن اسلام کے ساتھ مسیحیت پر بے جا حملے کرتے رہتے ہیں اور نفاق باہمی کی آگ سلگاتے رہتے ہیں۔ ان تمام سوالات کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ مسیحیت و اسلام کا نام مٹا کر اُس کی جگہ ہندو آریہ دھرم کو دنیا چاہتے ہیں۔ مسیحیوں اور مسلموں کو یہ کہنے کے لئے مجبور کیا چاہتے ہیں کہ وہ آپ کو ہندو کہنا شروع کر دیں۔ وہ بھی شدھ ہونے کے بعد شروع کریں۔ لیکن ہمارا یہ خیال ہے کہ اُن کی یہ اُمید قیامت تک پوری نہ ہوگی۔

ہندو آریہ دھرم میں مذہب وعقیدہ کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ صرف ہندو کہلانا شرط ہے۔ اگر ہمارے ہندو آریہ دوست ہندو کہلانے کی جگہ مسیحی کہلانا کیوں ناپسند کرتے ہیں اس سے اُن کا حرج ہی کیا ہو سکتا ہے؟ مسیحی کہلانے سے اُن کی تہذیب و شائستگی کا کچھ نقصان نہیں ہو سکتا۔ صرف نام کی خاطر ہندو آریہ دوستوں کا مسیحیوں اور مسلموں پر حملہ کرنے کے لئے سنگٹھن اور شدھی کی تیاری میں مصروف ہونا اور زر کثیر جمع کر کے ان تحریکوں کو زندہ کرنے میں سرگرم ہونا کیوں پسند کر رہے ہیں۔ وہ بھی اپنے بھائیوں کا نقصان کرنے کے لئے۔ ایسا کام کرنا کسی سلیم الطبع انسان کے لئے پسندیدہ کام نہیں ہو سکتا ہے۔ مسیحی اور مسلم تو مسیحیت و اسلام سے بندھے ہیں۔ لیکن ہمارے ہندو آریہ دوست تو مذہب وعقیدہ سے آزاد ہیں وہ کیوں مسیحیوں اور مسلموں سے ملکر نام کے امتیاز کو نہیں مٹا دیتے؟ اُن کے لئے ایسا کرنا بالکل آسان کام ہے۔ لیکن مسیحی و مسلم اپنے مذاہب و عقائد کو ہندو آریہ دھرم پر جو لامذہبی کا مجموعہ ظاہر کیا جاتا ہے قربان نہیں کر سکتے وہ اپنے اپنے مذہب وعقائد کی مقدور بھر حفاظت کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ اُن کی مجبوری سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرنا ہمارے ہندو آریہ بھائیوں کے لئے کیا کوئی اچھا کام متصور ہو سکتا ہے۔

جب نمبر ۱۰ اپ کلکتہ مدراس میل بھدرک سٹیشن میں داخل ہو رہی تھی تو ایک شنٹنگ انجن اور چند مال گاڑیوں سے اُس کا تصادم ہو گیا جس سے ایک پارسلوں کا ڈبہ اور دو تیسرے درجہ کے ڈبے شکست ہو گئے اور اول درجہ کی گاڑی پٹڑی سے اتر گئی بادرد کے شکستہ ہوئی ۴ آدمی ہلاک اور ۳ مجروح ہوئے ۲ سافر دو کو معمولی چوٹیں

دنیا دار اور دنیاداری

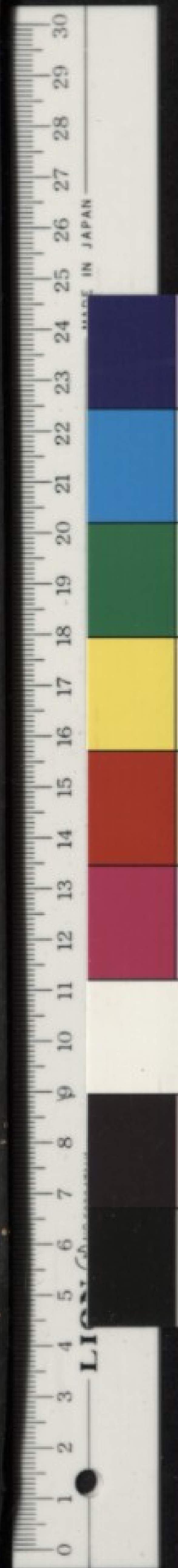
دیندار اور دنیادار دونوں دنیا میں جیتے ہیں۔ اُن میں بظاہر کوئی امتیاز خصوصی نہیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دیندار اور دنیادار میں زمین و آسمان کا بُعد و فاصلہ ہے۔

دیندار انسان کے یہ معنے ہیں کہ وہ جملہ آلہی عطیات کو خدا اور خلق کی خوشنودی میں صرف کرتا ہے۔ وہ طریق نجات پر سفر کرنے کے وسائل خیال کرتا رہتا ہے۔ اُن کے مصارف سے وہ خدا کو جلال دیتا ہے۔

اس کے برعکس دنیادار انسان عطیات آلہی کو اپنی قوت و لیاقت کا نتیجہ سمجھ لیتا ہے۔ اسے اپنے ہی عیش و خوشی میں خرچ کر کے اس سے اپنے آپ کو ہی جلال دینا رہتا ہے۔ وہ اپنے عطیات کے ساتھ عابد خدا بننے کی جگہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کا معبود بنکر دکھانے کی فکر میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ کمزور اور حاجتمندوں کی مدد اپنی پرستش اور مدح سرائی پر منحصر رکھتا ہے۔ خدا کا خیال اور خوف اُس کے دل سے دُور ہوتا ہے۔

غرضیکہ دنیادار وہ شخص ہے جو دنیا رکھتا ہُوا خدا اور اُس کے خوف سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ ایسے اصحاب میں اکثر اوروں کے مقابل زیادہ ہوشیاری اور محنت پائی جایا کرتی ہے۔ وہ دنیوی زندگی کے معاملات میں بھی زیادہ خبردار ہوتے ہیں مگر کوتاہ بینی کی وجہ سے وہ قریبی چیزوں کو ہی دیکھنے والا ہوتا ہے۔ دُور کی حقیقتیں اُسکی نظاروں سے پوشیدہ ہوتی ہیں۔ دنیوی چیزوں کی محبت اُنکو اپنی طرف اس قدر مجبور رکھتی ہے کہ عاقبت کی پائیدار اور محکم چیزوں کا اثر اُسے اپنی طرف کھینچنے سے رہ جاتا ہے۔ کھانا پینا اور عیش و بے فکری اُس کی زندگی کا مقصد بنجاتا ہے آخرکار اسی میں ختم ہو جاتا ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ خدا جس نے دنیا اور اُس کی نعمتوں کو پیدا کیا ہے اُس نے دنیوی نعمتوں کی کثرت میں عجیب وغریب لطائف پیدا کئے ہیں جو انسان کی عقل و فکر کو پریشان کر سکتے ہیں۔ اُن کی کثرت میں جادو





کا اثر ہے۔ ان کی خوبصورتی اور ان کے زود اثر فوائد انسان کے لئے پریشان کن ہیں۔ لیکن جو انسان انہیں کا شیدائی ہو کر خدا کو بھول جائے وہ سراب کا پیچھا کرنے والا اور مرگ ترشنا سے اپنی پیاس بجھانے والا ہے۔ قناعت کے ساتھ دینداری بڑی نعمت ہے۔ اگر کسی کا مال فراوان ہوتا جائے تو اُس پر گھمنڈ نہ کرے کیونکہ دنیاداری انسان کے لئے ایک خطرناک بلا ہے جو اُس کی زندگی کے مقصد کو فنا کر سکتی ہے۔ اسی وجہ سے کلام میں لکھا ہے کہ تم دنیا کے جنگل مت ہو۔ تنگ دروازہ سے داخل ہو۔

دنیاداری میں اہلِ دنیا کی تقلید و پیروی کا بہت بڑا حصہ داخل ہے۔ قلیل لوگ کثیروں کی نقل کرنے پر مجبور ہوتے رہتے ہیں۔ کثرت کو ہمیشہ حق پر تسلیم کیا جاتا ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ کثرت ہی ہمیشہ ناراستی پر چلی آئی ہے اور کثرت ہی ان نقصانات کی ذمہ وار ہے جو آج تک خلقت کی میراث بنتے آئے ہیں۔ لہٰذا کثرت کی تقلید بھی دنیاداری ہے۔ اسے ہرگز بے خطا مت سمجھو۔ ہر ایک بات کو آزماؤ اور بہتر کو اختیار کرو۔

ڈاکٹر آربن کے خیالات کی تشریح

غزل

از قلم ایم۔ آر جیمس۔ صابر۔ اورسیر

بجز عیسیٰ کے راہِ حق کا پانا سخت مشکل ہے
بجز اُس کے تو جنت میں بھی جانا سخت مشکل ہے

یہ دنیا اک سرا ہے اور فانی کارخانہ ہے
مسافر اس جگہ ٹکنا ٹکانا سخت مشکل ہے

نہایت دُور کی جا ہے کٹھن ہے راہ بھاری ہے
مسافر دُور ہے منزل پہ جانا سخت مشکل ہے

پڑا ہے عیش میں اب آ کے قابو میں شیاطین کے
یہ دل اب اُس کے چنگل سے چھڑانا سخت مشکل ہے

سنبھل کر وار کر میری رگوں میں خونِ عیسیٰ ہے
عبث مجھ پہ لعیں خنجر چلانا سخت مشکل ہے

نہیں مرتے ہیں وہ ہرگز کہ جو عیسےٰ میں جیتے ہیں
میرے لاشہ پہ آنسو کا بہانا سخت مشکل ہے

عدم سے جانب ہستی مجھے لے جاتے ہیں عاشق
میری تربت پہ پھولوں کا چڑھانا سخت مشکل ہے

مراہوں میں گناہوں میں ہوں جیتا میں مسیحا میں
لحد میں میری کانٹوں کا بچھانا سخت مشکل ہے

بدی سے بھاگتا ہی رہ جہاں تک تجھ سے ممکن ہو
کہ اس دنیا میں نیکی کا کمانا سخت مشکل ہے

مسیحا کا میں پیارا ہوں میرا عیسیٰ پیارا ہے
مجھے اب اُس کے پہلو سے ہٹانا سخت مشکل ہے

خریدا ہے میرے منجی نے دے کر جانِ شیریں کو
مجھے اب اُس کے قدموں سے اُٹھانا سخت مشکل ہے

مسیح کا خوں خریدا ہے مسیح منجی ہے صابر کا
لعینِ ناپاک کے قابو میں آنا سخت مشکل ہے

میں ملا ہوا تھا۔ آپ دل کی حرکت بند ہو جانے سے فوت ہو گئے۔ امید ہے کہ آپ کا کتبہ سنگ مرمر کا گرجا کے باہر نصب کیا جاوے یا کوئی اور یادگار قائم کی جاوے۔

(مولچند کھورانہ پنشنر بنوں)

مس میرگرٹ گیز صاحبہ سرینگر تبدیل ہو گئی ہیں۔ آپ نے چھ سال کا عرصہ اس مشن ہسپتال میں گذارا۔ پھرتی اور چستی کا نمونہ تھیں۔ ہمیں اُن کے نیک چلن اور شفقت کی زندگی کی پیروی کرنا چاہئے۔ (مولچند کھورانہ)

بشارتِ انجیل

۲۶ فروری سے ۵ مارچ تک کا خاص ہفتہ بنوں میں ایک خاص تواریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کامیابی کا سہرا پادری سنکر صاحب اور ڈاکٹر مارٹن ماسٹر فرانسس اور اسٹر جیمس کے سر پر ہے۔ روزانہ صبح و شام پارٹیاں بنا کر شہر میں چھاؤنی اور سٹیشن پر مختلف اطراف میں منادی کی گئی۔ اور زور شور سے کتاب مقدس فروخت کی گئی اور ایک لائبریری حاپڑیہ گیٹ کے باہر کھول گئی جس میں روزانہ ہر ایک مسیحی نے ایک ایک گھنٹہ وقت دیا۔ لائبریری صبح ۹ بجے سے شام کے ۶ بجے تک کھلی رہتی تھی۔ اس کے لئے علاوہ مسز سنکر اور مشن ہسپتال کے سسٹروں نے ایک پارٹی بنائی اور انجیل کو لیکر بڑے بڑے ہندو اور مسلمان گھرانوں میں جا کر بیچا۔ ان مسیحی بہنوں کا ہندوؤں اور مسلمانوں نے بہت خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اور پھر بھی آنے کے لئے دعوت دی۔ آخر ہفتہ میں جب نتیجہ نکلا تو پتہ لگا کہ کل ۵۰۰ کتابیں فروخت ہو گئی ہیں۔ شہر اور چھاؤنی کی آبادی لگ بھگ ۱۵۰۰۰ ہو گی اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ایک دس آدمیوں تک ایک کتاب پہنچی۔ میں ایک دن چھاؤنی کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک میری نظر دروازے کے باہر منادی کرنے والوں پر پڑی۔ میں نے وہاں جا کر منادی کو سنا اور ایک نیا عہدنامہ خریدا اور گھر جا کر اس کو اچھی طرح سے پڑھا غرضیکہ حضرت یسوع مسیح کی سادہ زندگی تعلیم اُن کی رحمدلی اور فروتنی کا اتنا میرے دل پر اثر ہوا کہ اس دن سے میں نے ہر صبح و شام لائبریری میں اور ہر ایک ہفتہ چرچ میں جانا شروع کر دیا۔ میں یہاں پر مسٹر سنکر اور مسٹر فرانسس کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ انہوں نے میرے مطالعہ کرنے کے لئے بہت ساری کتابیں مہیا کرنے میں میری بڑی مدد کی۔ پہلے لائبریری کا کھلنا صرف خاص ہفتے تک محدود تھا۔ لیکن اس حالت کو دیکھ کر اب روزانہ ہفتہ کے سوائے ۳ بجے سے ۶ بجے شام تک کھلی رہتی ہے اور ہر ایک مسیحی ایک ایک گھنٹہ اپنے وقت میں سے باری باری سے لائبریری کے لئے دیتا ہے۔ بہت سارے شہر کے ہندو مسلمان لوگ لائبریری میں پڑھنے کے لئے آتے رہتے ہیں اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں مسیحی

یادِ رفتگان

آج احاطہ مشن ہائی سکول میں خموشی ہے کیونکہ ہمارے اُستاد صاحب مولوی غوث علی صاحب قریشی فسٹ اورینٹل ٹیچر اس جہان سے گذر گئے ہیں۔ آپ کی ملازمت ۱۸۸۲ء سے شروع ہوئی۔ آپ نے ۴۵ سال تواتر ملازمت کی۔ آپ کو مکان رہائشی بھی مفت احاطہ مشن

مذہب کا بیج بویا گیا ہے۔ فصل تیار ہے۔ اب صرف فصل کاٹنے والوں کی ضرورت ہے۔ چونکہ تھوڑے دنوں بعد ہندوؤں کے سال کے مطابق نیا سال شروع ہونے والا ہے۔ اس سال کے لئے میرا دل پیشگوئی کرتا ہے کہ اگر اہل مسیحی نیک دلی سے اسی طرح زور شور سے منادی کرتے رہینگے تو تعجب نہیں کہ مسیحیوں کی تعداد بڑھ جائے اور جوں جوں لوگ مسیحی کلیسیا کے گلے میں شامل ہونگے اور باقی مذہبوں کو زوال ہوگا۔ کیونکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اس سال خدا خود بادشاہت کر رہا ہے۔

ڈی۔ سی۔ چوپڑا۔

معجزہ

معجزہ کے متعلق ہمیشہ سے اختلاف چلا آیا ہے۔ مادہ پرست لوگ کبھی معجزہ کا وقوع تسلیم نہیں کیا کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ قدرت کے قوانین مقررہ اور غیر متغیر ہوتے ہیں اُن کے خلاف کسی امر کا واقع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لئے جو لوگ معجزہ دکھلانے یا دیکھنے کا دعوے کرتے ہیں وہ یا تو فریب کرتے ہیں یا خود فریب میں آئے ہوئے ہوتے ہیں اور یا اُن کے اعتقاد اُن کو کوئی امور غیر معمولی صورت میں دکھلا دیتے ہوں اور اُن کے معتقدین اُن کے اعتقاد سے مُتاثر ہو کر اُن معمولی واقعات کو غیر معمولی شکل میں دیکھتے ہیں لیکن حقیقت میں خلاف قانون قدرت کوئی امر واقع ہونا کبھی ممکن نہیں ہے۔ لیکن دوسرا گروہ جو عالم روحانی کی ہستی کا معتقد ہے وہ کہتا ہے کہ معجزات فی الحقیقت واقع ہوا کرتے ہیں اور واقع ہوتے ہیں اور اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگرچہ پہلے زمانوں کے بزرگ معجزات کو خلاف قانون قدرت تسلیم کیا کرتے تھے۔ مگر متاخرین لوگ انکو خلاف قانون قدرت نہیں کہتے بلکہ اُن کو قانون قدرت کا ظہور بتلاتے ہیں۔ کیونکہ قانون قدرت کے موافق جس شے کے اسباب جمع ہو جائیں اس شے کا واقع ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ تو جن امور کا نام لوگوں نے معجزہ رکھا ہے جب ان امور کے اسباب جمع ہو جائیں۔ اس لئے ان کا وقوع بھی لازمی ہو جاتا ہے۔ پھر تو وہ امور خلاف قانون قدرت نہ ہوئے۔ مگر غیر معمولی ضرور ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اُن کے اسباب معمولی نہیں ہوتے۔ بلکہ نہایت قلیل الوقوع ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ امور عوام الناس کو خلاف قانون قدرت معلوم ہوا کرتے ہیں۔ میں خود اسی بات کا قائل ہوں کہ جو کچھ ہوتا ہے سب قانون قدرت کے موافق ہوتا ہے خلاف کوئی بات وقوع میں نہیں آسکتی۔ اگر قانون قدرت کے خلاف کسی بات کا وقوع میں آنا ممکن ہووے تو قانون قدرت یا قانون قدرت کے مالک میں تغیر واقع ہوا اور قدیم ہستی میں تغیر واقع ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے معجزات ضرور قانون قدرت کے موافق ہی ہوتے ہیں۔ خواہ کوئی اس بات کو سمجھے یا نہ سمجھے۔ حقیقت الامر یہی ہے کہ قانون قدرت کے خلاف کسی امر کا واقع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

لیکن اب یہ بات غور کرنے کے قابل باقی ہے کہ کیا آج سائنٹیفک یعنے حکماء لوگ قوانین قدرت سے کلی طور پر آگاہ ہو چکے ہیں؟ کہ جو امور وقوع میں آتے رہتے ہیں اسکی توجیہہ بیان کر سکتے ہیں؟ اس بات کا دعوی کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے ممکن ہے کہ جو اسباب قانون قدرت کے موافق ایسے باریک اور قلیل الوقوع ہیں کہ ان پر کوئی اہل علم حاوی نہیں ہو سکا اُن کے حاصل ہونے سے اور پھر اُن کے مسبب کے ظہور میں آنے سے ضرور حیرانی پیدا ہوگی کہ یہ بات معمول کے خلاف کس طرح وقوع میں آگئی میں نے بعض کتابیں اس نام کی دیکھی ہیں واقعات جو سائنس سے باہر ہیں اُن میں ایسے واقعات بیسیوں لکھے ہیں جنکو کوئی سائنٹیفک نہیں سمجھ سکا کہ وہ کس طرح وقوع میں آئے۔

مسیح فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اس پہاڑ سے کہو کہ اپنی جگہ سے ٹل جا اور سمندر میں جا پڑ تو ایسا ہی ہوگا۔ بشرطیکہ تم کو یقین ہو کہ ہمارے کہنے کے موافق ہو جائیگا۔ مسیح کا علاج مریضوں کو صرف زبان کے لفظ سے تندرست کر دیا کرتے تھے۔ ظاہر میں یہ بات بھی خلاف قانون قدرت ہے۔ مگر ان کے وقوع میں کلام نہیں۔ بلکہ جب مسیح کے شاگرد کسی مریض کو تندرست نہیں کر سکتے تھے تو مسیح اُن کو بے ایمانی کا الزام دیا کرتے تھے۔ کہ اگر اُن کا ایمان پختہ ہوتا تو ہر ایک مریض کو اچھا کر سکتے۔ اگر ایسے معجزات صرف مسیح کے زمانہ میں یا اُن کے خاص شاگردوں کے زمانہ میں ہو کر ختم ہو جاتے تو بیشک کسی قسم کے اشتباہ کرنے کی گنجایش ہو سکتی تھی۔ لیکن ایسے معجزات کا وقوع آجتک بڑی معتبر شہادتوں کے ذریعہ سے ثبوت کو پہنچ رہا ہے میں چند معتبر نظیریں آگے بیان کرتا ہوں۔ اگر کوئی مادہ پرست صاحب اُن کی معقول توجیہہ بیان کر دیں تو ان خام اعتقاد والوں کو نہایت ممنون فرمائینگے۔ جو آجتک معجزوں کے وقوع سے غلط اعتقاد کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں

جس زمانہ میں میں لاہور میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا تو ٹیلر کی کتاب طب "پریکٹس میڈیسین" ...... جماعت کی ٹیکسٹ بک مقرر تھی۔ اُس کی دوسری جلد میں مرض مراق کے ذیل میں یہ قصہ لکھا تھا:-

ایک ڈاکٹر کسی مریض کا علاج کرتا تھا۔ وہ مریض کوئی کرنیل تھا۔ ایک روز اُس مریض نے ڈاکٹر سے ذکر کیا کہ میں اپنے آپ میں ایسی طاقت پاتا ہوں کہ جب چاہوں مرجاؤں اور پھر زندہ ہو جاؤں۔ اس بات کو سُنکر ڈاکٹر نے کہا کہ آپ کو صحت ہو جائے تو پھر یہ عجیب کرشمہ دکھلائیگے مگر مریض نے کہا کہ آپ بیٹھیں میں ابھی دکھلاتا ہوں۔ اس پر وہ ڈاکٹر اور اُن کے ساتھ اپاتھی کری تھا۔ دونوں بیٹھ گئے۔ وہ مریض پہلے لیٹ گیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں پھر سانس بند کر لیا۔ پھر دل کی حرکت بند ہو گئی۔ تب ڈاکٹر اور اپاتھی کری نے بخوبی امتحان کر کے دیکھا اس کے ...... دل کی حرکت بالکل بند ہو گئی تھی۔ یہ عجیب معاملہ دیکھکر اُن کو یقین ہو گیا کہ مریض کمزور تھا۔ اس کرشمہ دکھلانے کی کوشش کرنے سے حقیقت میں مر گیا۔ اور اس کے رشتہ داروں سے عذر کیا کہ ہم لوگ بہت روکتے رہے کہ ابھی ایسا نہ کریں۔ مگر اپنے اصرار سے اُس نے اس بات کے دکھلانے کی کوشش کی۔ اور افسوس ہے کہ اس کوشش کرنے کے سبب فوت ہو گیا۔ یہ باتیں کر کے ڈاکٹر اور اپاتھی کیری رخصت ہونے لگے تو یکایک





دل کی حرکت۔ پھر سانس کی حرکت جاری ہونے لگیں اور مریض نے آنکھیں کھول دیں۔ اس بات کو دیکھ کر ڈاکٹر اور اپاتھی کیری حیران ہوئے۔ کوئی بات اُن کی سمجھ میں نہ آئی۔ کیونکہ جو کچھ دیکھا وہ بالکل علمی تحقیقات کے خلاف تھا۔ ڈاکٹری کے علمی رسالوں میں اُنہیں نے اس واقع کو شائع کیا اور دوسرے حکما سے درخواست کی کہ اس عجیب واقع کی توجیہہ بیان کریں کہ کس طرح وقوع میں آیا۔

یہ واقعہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص کا اسی طرح کا واقعہ ہیں کہ جو اس پر دو دیس میں جو آجکل ہندوستان کے طبی کالجوں میں ٹیکسٹ بک سے نقل ہوئے ہیں۔ یہ کرشمہ بیماروں کے تندرست کرنے سے کم عجیب نہیں ہے۔ ۱۹۱۲ء میں میرے پاس پیرس کے کچھ طبی اور عام اخبار آیا کرتے تھے۔ میں نے ان میں ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہوا دیکھا۔

بلجیم میں ایک شخص انٹونی نامی مذہبی خیالات کا پیرو تھا۔ وہ بہت معجزے دکھلایا کرتا تھا۔ بہت لوگ اس کے پیرو ہو گئے تھے۔ صبح کے وقت اس کے دروازہ پر بہت لنگڑے۔ لولے۔ اندھے مفلوج جمع ہو جایا کرتے تھے۔ جب وہ گھر سے نکلتا تو ان میں سے کئی مریضوں کو کہتا تم اچھے ہو گئے وہ فوراً تندرست ہو جاتے تھے۔ جب یہ بات مشہور ہو گئی اور ڈاکٹروں کے مطب میں ہجوم واقع ہونے لگا تو انہوں نے عدالت میں استغاثہ دائر کیا کہ یہ شخص طب نہیں پڑھا ہے اور مریضوں کا علاج کرتا ہے اسکو منع کرنا چاہیئے۔

عدالت نے انٹونی کو سمن بھیجا۔ جب وہ عدالت میں حاضر ہوا اور اس سے مریضوں کے علاج کی نسبت دریافت کیا تو عدالت کو معلوم ہو گیا کہ وہ شخص دوا سے علاج نہیں کرتا۔ صرف زبان کے لفظوں سے بیتوں کو تندرست کر دیتا ہے۔ تو عدالت نے ڈاکٹروں کا استغاثہ خارج کر دیا کہ لفظ سے مریض کو تندرست کرنا کسی قانون کے خلاف نہیں ہے

چونکہ یہ واقعہ ایک بڑے پایہ کے طبی رسالہ میں شائع ہوا دیکھا تھا جو ادبی طب کی قدر گھٹاتا ہے۔ اس لئے اس میں ذرہ بھی اشتباہ ہوتا تو وہ اطبا اسکو طبی رسالہ میں شائع نہ کرتے یا ساتھ اُس کے رد کرنے والا نوٹ لگا دیتے۔ مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے یہ واقعہ ضرور سچا تھا۔ اور پھر ایک عام پیرس کا اخبار نرو ر نال نامی میرے پاس آتا تھا۔ اُس میں بھی یہ معاملہ شائع ہوا تھا۔ گویا یہ شخص مسیح کی طرح مریضوں کو تندرست کرتا تھا اور یہی مسیح کی پیشگوئی بھی تھی جس کا ثبوت ایسے واقعات سے پورے طور پر مل گیا۔

۱۹۳۶ء کے شروع میں کئی اخباروں میں دیکھا کہ ایک مصری شخص پیرس میں عجیب کرشمے دکھلا رہا ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت اس کے امتحان کے لئے مقرر ہوئی ہے۔ وہ شخص شکم میں چھری مار کر نکال لیتا تھا اور اُس زخم سے خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلتا تھا۔ جب امتحان کرنے والے اُسے کہتے کہ اب اس زخم میں سے خون جاری ہو جاوے اسی وقت جاری ہو جاتا۔ جب وہ کہتا بند ہو جائے اُسی وقت بند ہو جاتا۔ پھر وہ زخم فوراً ایسا اچھا ہو جاتا کہ گویا ہوا ہی نہ تھا۔ وہ اپنے جسم کو آگ سے جلاتا اور پھر اسی وقت تندرست کر دیتا تھا اور بہت کرشمے دکھلاتا تھا۔ آخر کو مردہ بنکر ریت میں دفن کر دیا گیا۔ پھر چوبیس منٹ میں نکالا تو پھر زندہ ہو گیا۔ میں نے یہ واقعات عام اخباروں میں دیکھے تھے۔ پھر پیرس میں ایک دوست کو لکھا کہ اس شخص کے واقعات پر کوئی معتبر کتاب لکھی گئی ہو تو مجھ کو بھیجنا۔ اس کا جواب آیا کہ وہ شخص ابھی یہاں موجود ہے۔ مگر اُس کے حالات ابھی تک کسی کتاب کی شکل میں قلمبند نہیں کئے گئے۔

اس کے چند دنوں بعد میرے ایک دوست کا خط امریکہ سے آیا۔ اس میں ایک مصری شخص کا اسی طرح حال لکھا تھا جیسا پیرس والے کا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ غرض اس طرح کے واقعات آج ہو رہے ہیں جن کے فی الحقیقت واقع ہونے سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی اہل علم اس کی معقول توجیہہ بھی بیان نہیں کر سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں قانون قدرت کے موافق ہوتی ہیں۔ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ قانون قدرت کے موافق ہوتی ہیں۔ لیکن بجلی۔ مقناطیس۔ کیمسٹری وغیرہ کی طرح یہ واقعات ہوتے تو اہل علم ان سے عام طور پر فائدہ اُٹھاتے مگر کوئی بھی ان سے اپنے منشا کے موافق مطلب براری نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

امور مذکورہ کے سوا کرسچین سائنس کے پیرو آج لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہیں اور لاعلاج امراض کا اس کے ذریعہ سے دور ہو جانا ایسے حد کو پہنچا ہے کہ اس میں ذرا اشتباہ نہیں۔ بیسیوں شہادتیں ہر ایک کرسچین سائنس کے پرچوں میں ہر ہفتہ اور ہر مہینے اور سہ ماہی میں چھپتی رہتی ہیں۔ میں خود اُسکی صحت کا چشم دید گواہ ہوں اور امریکہ کے بڑے بڑے فاضل اُس کے مؤثر ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔

جو لوگ معجزوں کا انکار کرتے ہیں وہ مہربانی کر کے واقعات مذکورہ کی کوئی معقول توجیہہ بیان کریں یا معجزات کے وقوع کا اقرار کریں اگر یہ جواب دیں کہ ابھی یہ قوانین قدرت سمجھ میں نہیں آتے ہیں کبھی آئندہ کو سمجھ میں آجائینگے تو یہی بات گذشتہ بزرگوں کی نسبت کہنی چاہیئے۔ ان کی تکذیب کرنی انصاف کی بات نہیں ہے۔

صادق علی

اشتہار

ایک گمشدہ کی تلاش

میرے حقیقی ماموں صاحب مسمی منشی دانی ایل ولد مولجی یا مول چند کرسچین جو کہ قریباً ۱۹۲۲ء میں موضع خوش پور چک نمبر ۳۹ ضلع لائلپور کے رومن کیتھولک مشن سکول کے ہاسٹر تھے۔ بعد ازاں ۱۹۲۲ء میں آپ موضع چونگ ضلع شیخوپورہ میں مشن کا کام انجام دیتے رہے ہیں اور اُن کا یہی آخری پتہ ہے۔ فی الحال وہ مع اہل دعیال کے لاپتہ ہیں جو صاحب اُن کے پتہ سے مجھے اطلاع فرمائینگے میں اُن کا بے حد مشکور ہونگا اور آپکی خط و کتابت کا ہر طرح سے ذمہ دار ہونگا میرا پتہ حسب ذیل ہے:-

سیموئیل مراد بخش ٹیچر کینٹونمنٹ اُردو بوائز سکول آدم روڈ۔ کراچی چھاؤنی

کیفیت ویدک تصنیفات

مصنفہ

عالیجناب پادری بی بی رای صاحب پروفیسر تھیولاجیکل سیمنری سہارنپور

پر

مختصر ریمارک

(از قلم ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ ایچ۔ پی۔ ایل ایل ایڈیل ایم۔ بی۔ قصور۔ ضلع لاہور)

اہل ہنود اپنی مذہبی کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں (۱) شرتی یعنی وہ کلام جو سنا گیا ہو (۲) سمرتی یعنی جو باپ دادوں کی طرف سے پہنچا ہو۔ جیسے احادیث یا روایاتِ بزرگان کہنا واجب ہے۔

حصہ اوّل تو ویدوں پر مشتمل ہے۔ اور دوسرے حصہ میں وہ سب کتابیں داخل ہیں جو ویدوں پر مبنی اور اُن سے تعلق رکھتی ہیں۔

وید سنسکرت لفظ وِد سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں جاننا۔ وِدیا بمعنی علم عام طور سے ہندی میں بھی مستعمل ہو لفظ وید چار کتابوں پر حاوی ہے (۱) رگوید (۲) سام وید۔ (۳) یجروید (۴) اتھروید۔

ان میں سب سے زیادہ مکمل اور دلچسپ رگوید ہے بقول مشہور عالم سنسکرت میکسمولر صاحب لفظ وید کے اعلےٰ معنوں کے لحاظ سے صرف یہی وید کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ صرف اسی میں اہل ہنود کا کُل علم الٰہی (تھیالوجی) مندرج ہے رگوید کے اوّل دس حصے ہیں جنہیں منڈل یعنی صحیفے کہتے ہیں اور اس میں ایک ہزار سترہ منتر یا سُوکت ہیں جنکی ترتیب اُن رشیوں کے لحاظ سے واقع ہوئی جنہوں نے یہ منتر کہے یا ان دیوتاؤں کے لحاظ سے جن سے ان میں خطاب کیا گیا ہو دوم۔ اس کے آٹھ مساوی حصے ہیں اور پھر ہر حصے کے آٹھ آٹھ حصے ہیں جنکو ادھیا کہتے ہیں۔ اور ہر ادھیا میں تیس تیس فصلیں ہیں جنکو ورگا کہتے ہیں اور ہر فصل میں پانچ پانچ آیات ہیں۔

سام وید کے منتر عموماً رگ وید سے لئے گئے ہیں جو قربانی گذرانتے کے خاص خاص موقعوں کے وقت گائے جاتے تھے۔ رگ میں سالم منتر ہیں۔ لیکن سام وید کے پہلے حصے میں اُن منتروں کی آیات قرینہ سے علیحدہ کر کے منتشر طور پر پائی جاتی ہیں۔ البتہ دوسرے حصہ میں یہ منتر قرینہ کے ساتھ اور اکثر زیادہ طویل ہیں۔ اس لئے محقق بے بدل میکسمولر صاحب کہتے ہیں کہ یجروید اور سام وید دراصل رگوید کے خادم تھے۔ گو شبیکا رعنا میں بھی یہی رائے لکھی ہے۔

یجروید میں وہ دعائیں اور سفارشیں درج ہیں کہ جن کے ذریعے قربانی کی اشیاء کی تقدیس کی جاتی اور قربانی چڑھائی جاتی تھی۔ اس میں رگوید کے تقریباً نصف منتر مندرج ہیں لیکن اس کے مضامین رگوید کے مضامین کا اعادہ نہیں ہیں اس میں نظم اور نثر ملی جلی ہیں۔ اس کے دو حصے ہیں ایک سپید جو سکلا کہلاتا ہے دوسرا سیاہ جو کرشنا کہلاتا ہے۔ پہلا حصہ یاجن ولکیا رشی سے منسوب ہے اور دوسرا حصہ تتری رشی سے

اتھروید کے منتر شمار میں تقریباً رگ وید کے منتروں کے برابر ہیں لیکن یہ پہلے تین ویدوں سے بالکل متفرق ہے۔ قربانی چڑھانے میں جو خطا سرزد ہوئی اُس کی معافی اور دیوتاؤں کی خوشنودی اور بھُوتوں کے دفع کرنے کے لئے یہ منتر استعمال کئے جاتے تھے۔ اس کا چھٹا حصہ نثر میں ہے اور تقریباً اس کے منتروں کا چھٹا حصہ رگوید میں بھی پایا جاتا ہے۔ اسکی زبان اور طرز ادا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے تینوں ویدوں سے بہت ہی زیادہ مدت کے بعد تیار کیا گیا یہی وجہ ہے کہ وید کے مصنفوں نے جب ویدوں کا ذکر کیا تو صرف رگوید۔ سام وید۔ یجروید کا ذکر کیا۔ اس کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا جیسا کہ ذیل کے حوالوں سے معلوم ہوگا۔

(۱) یجروید ادھیائے ۳۴ منترہ مطابق ترجمہ سوامی دیانند جی "اے مخزنِ رحمت بھگوان! جس دل کے اندر رگوید۔ سام وید اور یجروید قائم ہیں۔ جس میں موکش کا علم حقیقی موجود ہے۔ وہ میرا دل آپ کی عنایت سے نیک ارادے رکھنے والا یعنی راستی پسند اور علم حقیقت سے منور ہو"۔ (رگوید آدی بھاشیہ بھومکا)

(۲) یجروید ادھیائے ۴ منتر ۱ بروئے ترجمہ سوامی دیانند جی:۔ اے انسان جس طرح انسان زمین پر پیدا ہو کر عالموں کے کرنے کے لائق یگیہ کا پوجن یا دان کرتے ہیں یا جس مُلک میں رگوید۔ سام وید اور یجروید میں بیان کئے ہوئے اعمال۔ مال و متاع کی تحصیل کے لئے اعلےٰ علوم وغیرہ کی خواہش یا اناج وغیرہ سے دکھوں کا نائش کرتے ہیں"۔

(۳) یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۱ "میرے دل میں ایمان مضبوط ہوں۔ میری زبان فصیح و بلیغ ہو جس سے میں جسمانی طاقت کو حاصل کروں۔ رگوید سے پرانی کو حاصل کروں غور کرنے والے انتہ کرن کی مانند یجروید کو حاصل کروں اُپاسنا کی سادھک سے سام وید کو حاصل کروں"۔

(۴) یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۷ اور رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۹۰ منتر ۹ میں لکھا ہے "تسماد یگیات سرو ہُت رچا سامانی جگیرے چھندانسی جگیرے تسماد یجوس تسماد اجائت"۔ ترجمہ اُس سرو ہُت یگیہ سے رگ اور سام پیدا ہوئے۔ اس سے چھند (علم عروض کے بحور اوزاں) پیدا ہوئے۔ یجر بھی اُسی سے ظاہر ہُوا"۔

اب جائے غور ہے کہ اگر وید واقعی چار ہوتے تو اس جگہ جہاں رگ وید۔ یجروید۔ سام وید کے نام بیان کئے ہیں وہاں چوتھے اتھروید کا نام نہیں لکھا جا سکتا تھا؟ پس ویدوں ہی سے ثابت ہے کہ وید دراصل تین ہیں نہ کہ چار۔ یہی شہادت بابو رومیش چندر دت اور پروفیسر وِلسن اور مصنفِ کتاب ویبرس ہسٹری آف انڈین لٹریچر کی ہے۔

یاد رہے کہ ہر وید کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ منتروں کا۔ دوسرا حصہ برہمنا کا۔ منتر دعاؤں یا گیتوں کا مجموعہ ہیں۔ جن میں دیوتاؤں کی تعریف بیان ہوئی ہے۔ اور برکت کی درخواست کی گئی ہے۔ برہمنا وہ حصہ ہے جو نثر میں برہمنوں یا پجاریوں کی ہدایت کے لئے لکھا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ منتروں کا حصہ زیادہ قدیم اور ویدوں کا زیادہ ضروری حصہ ہے اور برہمنا ان منتروں سے نکلے ہیں۔ ان کے علاوہ وید کے وہ حصے ہیں جن میں ویدوں کے تمثیل طور پر روحانی معنی نکالے گئے ہیں۔ ان کو اپنشد کہتے ہیں۔ اس حصہ وید کو دراصل



کتب عہد عتیق کی صحت پر ایک محققانہ نظر

(۶)

سنہ ۳۸۶ء میں مسیحی عالم جیروم نے یہودی کتب مقدسہ کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ شخص عبرانی کا عالم تھا اور اس کے استاد سرزمین کنعان کے یہودی مدرسوں میں تعلیم پا چکے تھے اس کا ایک استاد طبریاس کے مدرسہ کا عالم تھا اور اس نے عبرانی سے لاطینی میں ترجمہ کرنے میں اس کو مدد بھی دی تھی۔ جیروم کو مستند کنعانی متن کے نسخے جو غالباً خداوند مسیح کے زمانہ سے سینکڑوں برس پہلے کے تھے دستیاب ہو سکتے تھے۔ یہ مسیحی عالم ترجمہ سبعینیہ (سیپٹواجنٹ) میں چند غلطیاں نکالتا ہے اور بتاتا ہے کہ فلاں فلاں جگہ یہ ترجمہ اصل عبرانی سے مختلف ہے اور جب ہم اس کے اصل عبرانی کے اقتباسات کو ملاحظہ کرتے ہیں تو اُن کو نقط موجودہ عبرانی متن سے متفق پاتے ہیں۔ وہ چند ایک عبرانی آیات کو لاطینی حروف میں نقل بھی کرتا ہے۔ جس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کا تلفظ موجودہ اعراب کے مطابق ہے۔ اگرچہ اس زمانہ کے عبرانی نسخوں میں اعراب کا وجود بھی نہ تھا

مقدس جیروم کا لاطینی ترجمہ (ولگیٹ) صدیوں سے مغربی کلیسیا میں رائج رہا ہے اور مستند مانا گیا ہے۔ اور چونکہ یہ کسی ترجمہ کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ سبعینی ترجمہ کی طرح اصل عبرانی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا انہایت اعلےٰ پایہ کا ہے اس کو قرون وسطیٰ میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض اشخاص سیپٹواجنٹ کی طرح اس ترجمہ کو بھی الہامی سمجھنے لگ گئے تھے۔ جب ہم اس لاطینی ترجمہ کا مقابلہ موجودہ عبرانی متن سے کرتے ہیں تو ہم پر یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ مستند کنعانی متن جس کا یہ ترجمہ ہے باستثنائے چند الفاظ موجودہ عبرانی متن سے حرف بحرف متفق ہے۔

کنعانی متن کے مستند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ صدیوں سے کنعان کے ربیوں اور فقیہوں کے پاس رہا۔ جو نہایت احتیاط سے صحت کے ساتھ نقل کیا کرتے تھے۔

یہودی مورخ یوسیفس بڑے فخر سے کہتا ہے کہ یہ متن ایسا مستند ہے کہ تمام صدیوں میں کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ کتب مقدسہ میں الفاظ کو کم و بیش یا تبدیل کر دے۔ خواہ ان فقیہوں کو وہم پرست کہو خواہ لفظ پرست کہو۔ خواہ ان کے عقیدہ کو (جو اہل اسلام کا سا ہے) کہ ان کی کتب مقدسہ کے ہر نقطہ میں پوشیدہ مطالب نہاں ہیں بے وقوفی قرار دو ان خیالات نے یہودی کتب مقدسہ کے اصل متن کو نہایت صحت کے ساتھ محفوظ رکھا ہے اور ہم وثوق کے ساتھ یہ دعوے کر سکتے ہیں کہ موجودہ عبرانی متن باستثنائے چند الفاظ و فقرات و آیات بجنسہٖ وہی ہے جو ہزار دو سال پہلے موجود تھا۔

خداوند کی پیروی میں اطمینان ملتا ہی

لوقا ۱۸: ۲۲ یسوع نے یہ سنکر اس سے کہا ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے تو تجھے آسمان پر خزانہ ملیگا اور آکر میرے پیچھے ہو لے۔ یہ سن کر وہ بہت غمگین ہؤا کیونکہ بڑا دولتمند تھا یسوع نے اُسے دیکھ کر کہا کہ دولتمندوں کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا کیا مشکل ہے۔ کیونکہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ آجکل نئی روشنی کے لوگ کہتے ہیں کہ بغیر دولت کے کوئی کام ہی ہونا مشکل ہے اور دولت کو ایک بڑی چیز جانتے ہیں اور بہت سے خادم الدینوں کا بھی یہی خیال ہے کہ بڑا پادری یا بڑا خادم الدین وہی ہے جس کی تنخواہ زیادہ ہے۔ لیکن خداوند نے صاف فرمایا کہ تم دولت اور خدا دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک شخص دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ اس لئے اطمینان دولت سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بہت ہی دولتمند آدمی تھا۔ باوجود کروڑہا روپیہ ہونے کے اُسکو دل اطمینان حاصل نہ تھا اور اُس نے اپنا سارا کاروبار بیٹے کے سپرد کیا۔ اور آپ دل اطمینان حاصل کرنے کی تلاش میں نکلا اور دو مرتبہ دنیا کا سفر کیا لیکن کوئی تسلی نہ ملی آخرکار اُس نے سوچا کہ شائد دل اطمینان خاموشی اور تنہائی میں ہے اور اُس نے ایک جہاز بنوایا اور خاموش سمندر میں رہنا شروع کیا۔ لیکن باوجود خاموشی اور تنہائی کے اُسکو دل اطمینان حاصل نہ ہؤا اور مر گیا اور خاموش سمندر کے حوالے کیا گیا۔

یہ تو اس دولتمند کا حال ہے کہ بیچارا دل تسکین حاصل نہ کر سکا اور آجکل کی نئی دنیا دولت کے گیت الاپ رہی ہے۔ سو بھائیو دل اطمینان خداوند کی حضوری میں ہے۔ جیسا کہ خداوند نے فرمایا کہ اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں۔ سو خداوند مسیح حقیقی تسلی کا چشمہ ہے ممکن ہے کہ کوئی شخص سب سے زیادہ دنیا میں غریب ہو اور دل تسلی سے خالی ہو اور اول درجے کا لالچی ہو۔ سو خداوند نجات دہندہ کا مقصد یہ ہے کہ خواہ آدمی دولتمند ہو خواہ غریب وہ اپنی دولت کو ایک خداوند کی خدمت کا اوزار بنائے اور غریب اپنی غریبی کو صرف خدا کی خدمت کا اوزار بنائے تو دونوں دل تسکین حاصل کر سکتے ہیں۔ بے شک اس جوان کو مسیح نے فرمایا کہ تو سب کچھ چھوڑ دے۔ خداوند معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا یہ مجھ سے زیادہ محبت رکھتا ہے یا دولت سے۔ اور اگر اس جوان کی طرح ہماری محبت بھی دولت سے ہو اور اس جوان کی طرح خداوند کی آواز کو حقیر جانتے ہوں تو ضرور یہی اندیشہ ہے کہ دل اطمینان سے محروم رہیں اور اگر ہم مسیح کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں تو خدا کی بادشاہت جاری ہے۔ آمین۔

چراغ الدین مسیحی سادھو

ایک شخص مسمی بٹاچیٹ پر مقدمہ چل رہا ہے کہ اس نے چلتی مالگاڑی میں سوار ہو کر معہ دیگر ملزمان کے ۱۲ بوریاں مال کی چوری کی تھیں۔ یہ بوریاں قصور سے گجرات کے لئے بک کی گئی تھیں چلتی گاڑی میں سوار ہو کر کانہ کاچھا کے درمیان بوریاں گرا دی گئی تھیں۔ ملزم پر فرد جرم لگ گیا ہے (عام)

اطلاع

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

اطلاع عام کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کے سنڈیکیٹ نے ان تجاویز پر جو اس سال کے ایم۔ ایس ایل۔ سی کے امتحان کی تاریخ مقرر کرنے متعلق اخبارات میں شائع ہوئیں اور ان عرضداشتوں پر جو اس مطلب کے لئے مختلف اسلامی انجمنوں اور مجالس کی طرف سے بھیجی گئیں۔ بخوبی غور کیا۔ اس معاملہ میں یونیورسٹی کے لئے دو ہی طریق کار ممکن تھے۔ ایک تو یہ کہ امتحان کی تاریخیں ماہ رمضان سے پہلے ڈال دی جائیں۔ اس صورت میں بہت سے طلبار کو جو امتحان کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ پورا وقت نہ ملتا۔ دوسرے یہ کہ امتحان ماہ رمضان کے بعد لیا جاتا۔ اول الذکر تجویز طلباء کے حق میں غیر منصفانہ سمجھی گئی۔ اور آخر الذکر اس لئے ناقابل عمل تصور کی گئی کہ یونیورسٹی کے بعض دیگر امتحانات کے نظام اوقات پر اس کا اثر مخالفانہ پڑتا تھا۔ رجسٹرار صاحب سے استدعا کی گئی ہے کہ جب وہ یونیورسٹی کے امتحانات کے لئے نقشہ اوقات مرتب کریں تو یہ دیکھ لیا کریں کہ ماہ رمضان کس تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔

نئی دہلی ۲۲ مارچ۔ آج اسمبلی میں کرنسی بل ۶۳ ووٹوں کی موافقت اور ۸ ووٹوں کی موافقت سے پاس ہو گیا۔ سر پرشوتم داس کے ایک اعتراض کا کہ شرح تبادلہ کو قائم رکھنے کے لئے بہت جلد غیر ملکی قرضہ حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہوگی۔ سر باسل بلیکٹ نے جواب دیا۔ کہ غیر ملکیوں سے قرضہ لینا میں نے بجٹ میں شامل نہیں کیا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمیں کوئی ایسی ضرورت پیش ہی نہیں آئیگی۔ اور اگر قرضہ لینا ضروری سمجھا گیا تو وہ ہندوستان کے فائدہ کے لئے اس صورت میں اٹھارہ پنس یا اٹھارہ پنس کوئی فرق نہیں رکھتا

(ملاپ)

خبریں

امرتسر ۲۲ مارچ۔ سردار کشن سنگھ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں کالا سنگھ اور متا سنگھ کے خلاف زیر دفعہ ۲۳۵ تعزیرات ہند اُن کے قبضہ سے ایسے آلات برآمد ہونے کے سلسلہ میں مقدمہ چل رہا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ پولیس کے تلاشی لینے پر کالا سنگھ کی الماری سے پونڈ بنانے کے کچھ سانچے برآمد ہوئے اور کچھ جعلی سکہ بھی۔ مجسٹریٹ نے کالا سنگھ کو ۳ سال قید سخت کی سزا دی اور دوسرے ملزم کو چھوڑ دیا۔

(ملاپ)

بریسال ۲۱ مارچ۔ مقامی کالج کے تھرڈ ایئر کے طلبا نے جنکی تعداد ۱۷۰ کے قریب ہے گزشتہ تین روز ہڑتال کر رکھی تھی۔ ہڑتال کی وجہ یہ بیان کی جاتی تھی کہ پرنسپل نے چند طلبار سے سخت سلوک کیا۔ اب معلوم ہوا کہ چند طلبا واپس آگئے ہیں۔ اور لیکچروں میں شامل ہوگئے ہیں۔ (ہندوستان ٹائمز)

بریسال ۲۱ مارچ۔ گزشتہ سنیچر کے روز لکھوٹیہ میں ہندوؤں کے جلوس میں سے جو ۲۳ آدمی گرفتار کئے گئے تھے۔ وہ اب ضمانت پر رہا کر دیئے گئے ہیں (ر)

نئی دہلی ۲۱ مارچ۔ رنگون سے ۱۶ مارچ کو راماننڈی اور راماجی سادھوؤں میں باہم فساد ہو جانے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ اول تو معمولی فساد ہوا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ بعد میں راماننڈی سادھوؤں نے اکٹھے ہو کر راماجی پر ایک زبردست حملہ کیا۔ جس سے ۴۰ آدمی جن میں پولیس کے چند سپاہی بھی تھے زخمی ہوئے۔ پولیس فوراً اس مقام پر جمع ہوگئی اور فساد فرو کیا گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب بھی فوراً موقع پر پہنچ گئے۔ اور حالت پر قابو پا لیا گیا۔ اسلحہ کو استعمال میں لانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اب تک ۸۳ آدمی گرفتار کئے جا چکے ہیں (ر)

نئی دہلی ۲۱ مارچ ۳ جون ۱۹۲۷ء کو ملک معظم کے جنم دن کی تقریب میں عام تعطیل ہوگی۔

(ر)

جوناگڑھ سے ایک نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ ریاست بھاؤنگر کاٹھیاواڑ میں تنیھور پہاڑی پر سونے کی کانیں دریافت ہوئی ہیں۔ چند سرمایہ داروں کو ۸ سو ایکڑ رقبہ کا اجارہ دے دیا ہے۔ امید ہے کہ ٹھیکہ داروں کو کافی منافع ملیگا۔ کہا جاتا ہے کہ ریاست بھاؤنگر کے افسران نے منافع کا کچھ حصہ لینا طے کیا ہے۔ (ر)

تنگھائی کا تار ہے۔ تنانگ تنگ کی فوج کے ۵ سو سپاہیوں کو برطانیہ کی ڈرہم رجمنٹ نے تنگھائی کے بین الاقوامی علاقہ میں داخل ہونے سے روکا (عام)

یوننگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے عرصہ سے جاری ہے جس نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اور چار خواتین اُسکی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات عہ ماہوار فی طالب علم ہے۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔ بموجب نئے انتظام چالیس فی صدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز۔ کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جرکنا ۱۵عہ سے ۱۵ تک۔ بڑے کڑول ۱۵عہ سے ۱۵عہ تک۔

مزید حالات پرنسپل وہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہٰذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

نور افشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔

کہیں موجود نہیں تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ بات درست ہے۔ وہاں بہتیرے تماشبین روز آتے ہونگے۔ بہتیرے اپنے بیماروں کے ساتھ آتے ہونگے۔ بہتیرے بیمار چنگے ہوکر وہاں جاتے ہونگے۔ کتنے ہونگے جو اپنے کام پر جاتے ہوئے وہاں سے گذرتے تھے۔ اُن کا راستہ ہی وہی تھا۔ غرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ آدمی تو وہاں موجود تھے اور ہمارے اردگرد اور ہمارے درمیان میں بسنے والے غیر مسیحیوں کی شکل بھی یہ نظر نہیں آتی کہ کوئی مسیحی موجود نہیں۔ ہزاروں مسیحی لوگ گروہوں کے گروہ گاؤں اور شہروں میں بستے ہیں۔ ہزاروں مسیحی اپنے ہموطن غیر مسیحیوں کے ساتھ مِل کر کام کرتے اور کئی طرح سے ہر روز ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اور واسطہ پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی مدتوں سے مرض گناہ کے مریض ہمارے اردگرد موجود ہیں۔ ہمارے مشن احاطوں میں۔ درسگاہوں میں اور دیگر مشنری مرکزوں میں ہم مسیحی لوگوں کے عین آس پڑوس میں ایسے شخص موجود ہیں جو شیطان اور دنیا کے بند میں آکر یہاں تک لاچار ہیں کہ ایک قدم بھی نہیں سکتے تاکہ چشمۂ فیض رساں تک پہنچ سکیں۔ وہ چنگے نہیں ہوتے ایسوں کی شکل یہ نظر نہیں آتی کہ اُن کے پاس کوئی آدمی نہیں

میں خیال کرتا ہوں کہ اس بیکس اور غریب اڑتیس برس کے بیمار کی شکل یہی تھی کہ اُس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو یہاں تک محبت سے معمور ہو اور یہاں تک اس لاچار شخص کے ساتھ ہمدردی رکھے کہ اُس کے ساتھ تھوڑا سا وقت صرف کرکے پانی کے ہلنے کا انتظار کرے اور عین موقع پر اس کو پانی میں اُتار دے۔ فی الحقیقت اُس کے پاس ایسا شخص نہیں تھا۔ جو لوگ تماشائی وہاں آتے تھے وہ محض سیر و سیاحت کی غرض سے آتے تھے۔ وہ اپنے دل بہلانے کی باتوں میں مشغول رہتے تھے۔ جو ہر روز شاید وہاں سے گذرتے تھے۔ وہ اس پر ترس تو کھاتے ہونگے مگر اُن کے اپنے کام کی دُھن اُنہیں ہٹنے نہیں چھوڑتی تھی۔ جو وہاں سے بیمار چنگے ہو کے جاتے تھے اُن کو اُن کی اپنی خوشی اور خود غرضی یہاں تک آدباتی تھی کہ وے ایک منٹ بھی وہاں ٹھہرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وے چاہتے تھے کہ ہم جلد بھاگیں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ چنگے ہونے کی خوشی منائیں اور دنیا میں آرام سے گذاریں۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس آخری قسم کے لوگوں کا سب سے زیادہ فرض تھا کہ جب خود اچھے ہو گئے تھے تو ذرا ٹھہر کر کسی اور بیمار کی مدد کرکے اُسکو بھی شفا دلواتے جاتے مگر ان میں شکر گذاری اور محبت کی کمی تھی۔ یہی حال آجکل ہے۔ عیسائی لوگ کثرت سے ہیں۔ بلکہ جماعتوں کی جماعتیں ہیں۔ مگر محبت سے معمور اور ہمدرد مسیحی بہت کم ہیں بہت تھوڑے ہیں جو دوسروں کو بچانے کی غیرت رکھتے ہیں۔ کثیر تعداد تو ایسے مسیحی ہیں جو خود مسیح کی شفا بخش قدرت سے ناواقف ہیں۔ حقیقت میں وہ بھی بیت حسدا کے حوض کے کنارے کے بیماروں میں شامل ہیں۔ وہ خود چنگے نہیں ہوئے دوسروں کی کیا فکر کریں۔ ایک اور جماعت ہے جو محض عیش و آرام اور دل بہلانے میں مشغول ہے۔ انہوں نے کبھی سنجیدگی سے اپنے اردگرد کے غیر مسیحیوں کی حالت پر غور نہیں کیا اور نہ کبھی اُن کی روحانی ضرورتوں کو محسوس کیا ہے۔ ایک اور گروہ ہے جو اپنے دنیوی دھندوں اور دنیاداری میں اس قدر مشغول ہے کہ انہوں نے یہ کبھی محسوس ہی نہیں کیا کہ اس کے اردگرد کے غیر مسیحیوں کی حالت اس بات کو طلب کرتی ہے کہ وہ پیٹ کے دھندوں سے چندے فارغ ہو کر مسیحی خدمت میں کچھ وقت صرف کریں۔

جب ہمارے مسیحی لوگ مندرجہ بالا گروہوں میں تقسیم ہو کر خود غرضی اور اپنے اردگرد کے لوگوں سے بے فکری کی زندگی بسر کرتے ہیں تو کیا تعجب ہے کہ غیر مسیحی زبانِ حال سے اس بیمار کے ہم آواز ہو کر اب بھی کہتے ہوں کہ میرے پاس کوئی آدمی نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ ہمارے اردگرد آس پڑوس کے مسیحیوں میں سے بلکہ ہمارے دوستوں۔ ہم نشینوں بلکہ ہمارے ہم پیشہ غیر مسیحیوں میں سے کتنے اس آخری دن کو کھڑے ہو کے کہینگے کہ فلاں مسیحی ہر روز مجھ سے ملتا تھا۔ ہر روز اس سے واسطہ پڑتا تھا۔ مگر اُس نے کبھی مجھے مسیح کی شفا بخش قدرت کی نسبت نہیں بتایا۔ کبھی مجھے اُس چشمہ تک نہیں لے گیا جو ہمیشہ کی زندگی کا ہے۔ پیارے ناظرین غور کریں اور معلوم کریں کہ کہیں آپ کی نسبت یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص میری بے کسی سے خوب واقف تھا۔ مگر اُس نے میری پروا نہ کی۔ اگر آپ نے مسیح سے نجات حاصل کی ہے اور اُسکی شفا بخش قدرت کا ذاتی تجربہ کیا ہے۔ اس چشمہ سے جو صلیب سے جاری ہے آپ صاف ہو کے نکلے ہو تو شکر گذاری کی روح اس بات کی مقتضی ہے کہ آپ بھی کم از کم ایک اور مریض گناہ کو اس چشمہ کے پاس لے آئیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کا وہ دوست جو روحانی طور سے آپ کا محتاج ہے یہ کہنے پر مجبور ہو جائے کہ میرے پاس کوئی آدمی نہیں۔

وزیر چند

انتخاب زندگی

(۳)

بزرگ ہنری ڈرامونڈ صاحب فرماتے ہیں کہ آدمی محدود ادراک اور تنگ خیال پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ نہیں جانتا کہ زندگی کیا ہے اور کس لئے دی گئی ہے۔ اگر کسی شخص سے سوال کیا جائے کہ آپ کی زندگی کا مقصد کیا ہے تو تعجب ہوگا کہ جو جواب دیا گیا ہے وہ اس تاریکی کی مانند ہوگا جس میں کسی چیز کی تمیز نہیں ہو سکتی۔ اور کون بتا سکتا ہے کہ زندگی کیا ہے اور کس طرح استعمال کرنی چاہیے۔ اس طرح کے سوالات آدمی کے دل اور دماغ کے لئے بہت بڑا معمہ ہیں۔ جنکی عقدہ کشائی میں بڑے بڑے عالم فاضل دانا فلاسفر عاجز اور سرنگوں ہیں۔

پس بجز مبارک مسیح عیسیٰ کے کوئی شخص نہیں کوئی کتاب دنیا میں موجود نہیں جو اس معمہ کو حل کرنے کی مدعی ۔۔۔۔ ہو۔ ہر ایک شخص اپنے فہم اور اپنی ہی خیالی روشنی میں چلنا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ متکلمین کا خیال ہے کہ علم کلام بڑی چیز ہے۔ اس سے وہ اپنی زندگی کو علمی صورت کا بہتر نمونہ بنانا چاہتے ہیں چنے ہوئے مضامین۔ دقیق خیالات۔ عمدہ عمدہ دلپسند

الفاظ سے کلام کرنیت دنیا اُن کی زندگی کا مقصد ہے دوسرا ایک عیاش دنیادار کہتا ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو ترک کرنا بڑی بدبختی اور کفران نعمت ہے۔ ایک اور شخص کہتا ہے کہ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول رہنا ہی آدمی کو نفع اور فرحت دونوں حاصل ہیں۔ چوتھے فلاسفر اس بات پر تجے ہوئے ہیں کہ ماہیت اشیا کی تہ تک پہنچنا اور وہاں سے گہرے گہرے راز باہر نکال لانا آدمی کی زندگی کا کمال ہے۔ پس ہر شخص اپنے اپنے نشان کی طرف آنک لگائے بیٹھا ہے۔ اور اسی میں کامیابی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھا ہُوا ہے۔

حکیم پروٹاگورس کہتا ہے کہ انسان سب چیزوں کا پیمانہ ہے ایک اور مصنف کا قول ہے کہ کوئی تہذیب بغیر مذہب کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک ترقی جو بغیر مذہب کے ہو ناپائیدار ہے۔

اب ہم ایک دفیقہ رس عالی دماغ عیسائی مصنف کی رائے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ دنیا کے دانا لوگ اپنی دانائی اور ہوشیاری پر تکیہ کریں تو کریں۔ تمام عالم فاضل اپنے اپنے خیال کے پابند ہوں تو ہوں لیکن ایک عیسائی کی زندگی کے نقشہ میں ان باتوں کی گنجائش نہیں ہے۔ اسکی زندگی کی رفتار کے لئے ایک ایسا نشان مخصوص کیا گیا ہے۔ جسکی طرف اسکی آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ لہذا ہو نہیں سکتا کہ وہ بجز اس الٰہی نشان کے کوئی اور راستہ اختیار کرے۔ اسکی ایمانی کتاب اُسکو ایسی شریف زندگی کی تعلیم دیتی ہے جو تمام گذشتہ اور موجودہ کتب مقدسہ سے بالکل نرالی اور انوکھی ہے۔ اور وہ تعلیم یہ ہے کہ اُسکی زندگی خدا کی مرضی کے موافق ہو۔

پس فلاسفی چاہے کیسی عمیق اور بال کی کھال اُتارنے میں بار یک بین ہو۔ تاہم وہ اس بھید سے بالکل جاہل اور ناواقف ہے کہ خدا کی مرضی کیا ہے اور کس طرح پوری ہوتی ہے۔ آدمی کے بڑے بڑے کام جنکی تکمیل میں وہ سرگرداں اور پریشاں ہے قبر کے ساتھ ہی ختم ہو جائینگے لیکن مسیحی زندگی ابدالآباد خدا کی حضوری میں رہنے والی ہے۔ زمانہ ہر ایک شئے کو اپنے ساتھ لے جائیگا۔

مگر مسیحی زندگی کے اقوال و افعال اُسوقت بھی اسکی زندگی کے ساتھ باقی رہینگے جبکہ دنیا کا خاتمہ ہو جائیگا۔ پس خدا کی مرضی کو پورا کرنا آدمی کی زندگی کا صادق اور کامل نقشہ ہے جسکی شرافت کبھی زائل نہ ہوگی۔ اور یہ ایک ایسا مکاشفہ ہے جسکی پہچان اور بجا آوری میں نبی نوع انسان ہمیشہ قاصر رہے ہیں۔ اگرچہ یہ راز بصورت کلمہ جو دنیا کے ابتدا میں تھا اور انیس سو سال سے دنیا میں اسکا ظہور ہُوا ہو کر کھل چکا ہے۔ تاہم ایسے اشخاص بہت ہی کم ہیں جو اس مبارک کلمہ سے آشنائی کا دم بھرتے ہیں کیونکہ اُس کلمہ سے آشنائی کرنا دنیا سے دشمنی کرنا ہے۔ دنیا اس کے پرستاروں سے نفرت کرتی ہے۔ اس لئے کہ دنیا نے اندھیرے کو پسند کر لیا ہے۔ لہذا نور سے بیزار ہے۔

دیوانہ پن ہمارا عجیب رنگ لایا
جو دیکھنے کو آیا ہاتھوں میں سنگ لایا

مسیحی منادی

نئی کتابیں

(۱) ہماری بائبل اور مسلم علما

ضخامت ۲۰۰ صفحہ کی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عمر) محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

(۲) اثبات صلیب

ضخامت ۲۰۴ صفحہ کی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عمر) محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

اگر کسی مسیحی نے خداوند یسوع مسیح کی اور بائبل کی مسلمانوں میں بشارت دینا ہے اور مسیحی خدمت میں اسلامی منقولات سے فائدہ اُٹھانا ہے اور بائبل اور خداوند یسوع مسیح کی قدر و منزلت کو سمجھنا سمجھانا ہے۔ اگر احمدی احباب کے حملوں سے جو وہ مسیحیت پر کرتے آئے ہیں مامون ہونا ہو تو مذکورہ بالا کتب کو فوراً خرید اجائے اور درخواستیں مینجر ریلیجس بک سوسائٹی انار کلی۔ لاہور روانہ کی جائیں۔

المشتہر

پادری غلام مسیح
ایڈیٹر نور افشاں۔ لاہور۔

اشتہار کتب

بچوں کی پرورش۔ بچوں کی جسمانی۔ دماغی اور اخلاقی تربیت کے بیان میں صہ۱۶ ا/

آے آدم تو کہاں ہے۔ ڈاکٹر ڈی۔ ایل موڈی صاحب کے انگریزی وعظ کا ترجمہ صفحہ ۲۸۔ ۶ پائی۔

کامل ہو۔ مسیحی کاملیت کیا ہے۔ اور کیسے حاصل ہو سکتی ہے صفحہ ۴۲۔ ۶ پائی۔

رہبر حقیقی۔ انسان کی خدا سے گمراہی اور مسیح کی خدا تک رہبری۔ صفحہ ۱۲۔ ۳ پائی۔

کاشف الاسرار قیامت مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کا عالمانہ بیان۔ اور سید احمد خاں۔ محمد احسن محمد چراغ الدین وغیرہ علما کی تحریریں۔ از پادری ٹامس ہادل صاحب صفحہ ۵۰۔ ۲/

تحقیق واقعات اناجیل۔ انجیلوں میں مندرج واقعات کی صداقت۔ ۳ پائی

یوحنا ۳ باب ۷ آیت۔ ڈبلن شہر کے ایک لڑکے کی کہانی صہ۱۲ ۳ پائی

طالب الحق کے سوال کا جواب کہ کیوں مسیح پر ایمان لانا چاہئے۔ صفحہ ۳۲۔ ۳ پائی

طریق تحقیق۔ مذہبی تحقیقات اور تلاش نجات کا بیان صہ۲۰ ۳ پائی۔

آستر ملکہ کا احوال۔ با رنگین تصاویر۔ صرف ۱۱ جلدیں باقی ہیں۔ ۴/

حضرت محمد اور کتاب مقدس۔ اس دعویٰ کی تحقیق کہ تورات و اناجیل میں آنحضرت کے متعلق پیشینگوئیاں پائی جاتی ہیں صفحہ ۲۴۔ ۲/

معذرت نامہ سقراط۔ حکیم سقراط کا علمی معذرت نامہ علم دوست اصحاب کے لئے نہایت دلچسپ خزانہ علم ہے صفحہ ۹۶ اصل ۱۰/ رعایتی ۹/

مراۃ الانسان صفحہ ۱۰۴۔ ۲/

رہنمائے تعلیم۔ قیمت ۴/

سکریٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انار کلی۔ لاہور

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینجر نور افشاں ایجرٹن روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر چھپا۔